ڈاکٹر نجیبہ عارف

اردو زبان و ادب کی تاریخ نویسی

(برطانوی مستشرقین کے حوالے سے)

Writing history of language and literature is a complex, multi disciplinary phenomenon. It deals with a number of elements which contribute towards the approach of the historian. One cannot ignore the economic, social, political, cultural and historical aspects of the subject. It is also influenced by the basic motives and the ultimate objectives of the historian. Yet another important factor is the relationship between the historian and the respective nation or community. Other than the above mentioned factors, each historian has his own personal limitations and advantages which include his position or status in the respective society, opportunities to have access to primary sources and his personality traits. Keeping in view all above mentioned factors, an attempt has been made to study, analyze and evaluate the works and role of some British Orientalists in writing history of Urdu language and literature including Sir William Jones, J.B. Gilchrist, G.A. Greirson, T.G., Bailey, Ralph Russel, D.J.Mathews, and C. Shackle. Two renowned European Orientalists J.H. Garcin de Tassy, and Anne Mary Schimel, have also been mentioned for their exceptional role in the history of Urdu Language and Literature.

زبان و ادب کی تاریخ نویسی ایک پیچیدہ اور کثیر الجہت عمل ہے۔ اس عمل کے دوران بے شمار عناصر شعوری اور غیر شعوری سطح پر اثر انداز ہوتے ہیں اور مورخ کے نقطۂ نظر کو ایک مخصوص سمت اور رُخ عطا کرتے ہیں۔ یہ عوامل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کا تعلق خارجی حقائق سے ہے۔ ان میں مورخ کے زمانۂ تحریر کے دوران اس کے اردگرد موجود وہ سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی منظر نامہ شامل ہے جس کے دائرے میں رہتے ہوئے کسی زبان یا ادب کی تاریخ لکھی جا رہی ہو۔ مثال کے طور پر رسل و رسائل کی سہولیات، مواد کی دستیابی کے امکانات، معاشرے میں جاری و ساری علمی و تحقیقی رویے جو مورخ کی حوصلہ افزائی یا ہمت شکنی کا باعث بن سکتے ہیں، برسرِ اقتدار طبقے کی ترجیحات کا دباؤ اور معاشی صورت حال جس میں مالی فوائد کی امید یا نقصان کا امکان شامل ہو۔ دوسری قسم کے عوامل وہ ہیں جن کا تعلق مورخ کی ذات سے ہے۔ ان میں مورخ کے مقاصدِ تحقیق، ذہنی و فکری ارتقا کا عمل، شخصی تعصبات، موضوع سے اس کے لگاؤ کے ذاتی اسباب، تاریخ نویسی کے محرکات اور وہ تمام ذاتی

Scanned by CamScanner

نوعیت کی حد بندیاں شامل ہیں جو مورخ کے تحقیقی و تنقیدی رویے کو متاثر کرتی ہیں۔ تاریخ نویسی کا یہ عمل اس وقت اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے جب مورخ اور تاریخ کا موضوع بننے والے عہد یا قوم کے درمیان کوئی ایسا رشتہ ہو جو عموماً ایک خاص نوعیت کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً حاکم اور محکوم کا رشتہ۔ ایسی صورت میں مورخ کی ترجیحات اور اس کی تاریخ نویسی کے مقاصد کا تعین اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

اردو زبان و ادب نے برصغیر کے دورِ غلامی میں ابتدائی نشوونما پائی ہے۔ مغلیہ سلطنت کی آخری تین چار صدیاں برصغیر میں یورپی اقوام کے درمیان غلبہ و اقتدار حاصل کرنے کی کوشش میں باہمی آویزش، مقامی سیاست میں دخل اندازی اور تجارتی مقاصد کی نگرانی کے لیے منصوبہ بندیوں کی گواہ ہیں۔ اگرچہ ابتدا میں فرانسیسیوں، ولندیزیوں، پرتگالیوں اور ڈچ اقوام نے بھی برصغیر کی تجارت پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن انگریزوں کی منصوبہ بندی سب سے کامیاب ثابت ہوئی اور اٹھارویں صدی کے اختتام تک صورت حال یہ تھی کہ سرکار برطانیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی بجائے خود براہ راست ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک بننے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس درپردہ فیصلے کے نتیجے میں کئی دوررس اقدامات کیے گئے۔ حاکم اور محکوم کے رشتے کی نزاکتیں کھلے بندوں برسرِکار آنے لگیں اور جہاں سرکار برطانیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ انتظامی امور میں مقامی آبادی کی معانت اور شراکت کا سلسلہ موقوف کر دیں وہاں یہ ضرورت بھی سامنے آئی کہ مقامی باشندوں پر حکومت کرنے اور ان سے معاملات طے کرنے کے لیے برطانوی سول اور فوجی ملازمین روزمرہ کی بول چال اور زبان میں مہارت حاصل کریں۔ اس خالصتاً سیاسی ضرورت کے ساتھ ساتھ ایک اور محرک بھی ابھر کر نمایاں ہوا اور وہ تھا مستشرقین کا ایشیائی قدیم علوم کے مطالعہ کا شوق اور ایشیائی اور مغربی زبانوں کے مابین مشترک عناصر کی تلاش۔

ان دونوں محرکات کے زیرِ اثر برصغیر میں بولی جانے والی عوامی زبان؛ جسے پہلے پہل ہندوستانی کہا گیا اور جو آج کل پاکستان میں اردو اور ہندوستان میں ہندی کے نام سے پہچانی جاتی ہے، مستشرقین کی توجہ اور تحقیق کا مرکز بنی۔ ابتدا میں اردو کے حوالے سے کی جانے والی کوششیں زیادہ تر اس کے صرف و نحوی ڈھانچے کی تلاش اور تعیین اور لغت نویسی تک محدود رہیں۔ گریرسن نے لنگوئسٹک سروے آف انڈیا کی نویں جلد میں مسٹر کورج کی لغت کو اردو کی سب سے پہلی لغت قرار دیا ہے۔ جس کی تالیف ۱۶۳۰ء میں سورت کے مقام پر ہوئی۔ سورت ہی میں ۱۷۰۴ء میں دو جلدوں پر مشتمل ایک اور لغت مرتب ہوئی جس کی تالیف فرانسسکس تورانس (Francisus Turonesis) نے کی۔ ان دو لغات کے علاوہ اٹھارویں صدی میں چند اور مختصر لغات اور نوٹ بکیں بھی تالیف ہوئیں۔ (۱)

اس دور میں مستشرقین کی توجہ کا دوسرا بڑا مرکز اردو کے قواعد کی ترتیب ہے۔ اردو کی پہلی باقاعدہ گرامر ایک ڈچ محقق جان جوشوا کیٹلر (John Joshua Ketelaer) نے ۱۷۱۵ء میں ترتیب دی اور ۱۷۴۳ء میں ڈیوڈ مل نے شائع کی۔ اس کتاب میں انجیل کے چند اقتباسات کا ترجمہ ہندوستانی (اردو) زبان میں رومن رسم الخط میں دیا گیا ہے جو اس عہد میں بولی جانے والی زبان کا ایک عمدہ نمونہ فراہم کرتا ہے۔ (۲) اس کتاب کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد Grammatical Indostanica کے نام سے بنجمن شلز (Banjamin Schultz) کی کتاب شائع ہوئی جس میں ہندوستانی الفاظ عربی رسم الخط میں بھی لکھے گئے تھے۔ مولوی عبدالحق نے اس کا سال اشاعت ۱۷۴۴ء بتایا ہے (۳) اور محمد عتیق صدیقی نے ۱۷۴۵ء تحریر کیا ہے۔ (۴) اس زمانے میں بعض دوسرے ممالک کے مشنریوں نے بھی اردو زبان و قواعد پر رسائل تالیف کیے لیکن برطانوی مستشرقین کا قافلہ سالار ہیڈلے ہے۔ ہیڈلے نے ۱۷۶۵ء میں ہندوستانی زبان کے صرف و نحو پر ایک رسالہ انگریزی زبان میں تحریر کیا جو اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوتے رہے۔ یوں مستشرقین کی کوششوں کے نتیجے میں اردو زبان کی لغات اور قواعد کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ جمع ہو گیا جس نے بعد ازاں غیر ملکیوں کے لیے اردو زبان سے آشنائی پیدا کرنے میں بہت مدد کی۔ (۵)

Scanned by CamScanner

اٹھارویں صدی میں لسانی حوالے سے برطانوی مستشرقین میں ڈاکٹر ولیم جونز کا نام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر چہ انھوں نے اردو زبان کی کوئی باقاعدہ لغت یا تاریخ مرتب نہیں کی مگر ایشیائی زبانوں کے باقاعدہ تقابلی مطالعے کی داغ بیل ڈالی اور مختلف زبانوں میں اصولِ وحدت کی تلاش کا عمل شروع کی۔

''مشرقی علوم کی تحقیق کا دائرہ پہلے صرف عربی فارسی تک محدود تھا ان اور وسیع ہوا۔ ولیم جونز نے اسے ''ایشیائی مطالعہ'' کا نام دے کر اس کی حدود میں سنسکرت اور دوسری ایشیائی زبانوں کو بھی شامل کر دیا ہے۔ اس رشتے سے زبانوں کے تقابلی مطالعے اور ان کی موروثی وحدت کے اصول کی شناخت ہوئی جس سے ہند آریائی زبانوں کی لسانی تاریخ ترتیب پانے لگی۔ اردو زبان وادب کے بارے میں ایشیاٹک سوسائٹی نے کچھ نہیں کیا لیکن بالواسطہ طور پر اس کا تعلق اردو زبان سے بھی ہے کیونکہ زبانوں کی گروہ بندی اور صرف ونحو کے اصول و قواعد اور قدیم ذخیرۂ الفاظ کے مختلف منابع کی چھان بین میں ہند آریائی زبانوں کے ارتقا کی تاریخ کے ساتھ اردو بھی وابستہ ہے۔ ولیم جونز کے دور کی لسانی تلاش وجستجو اردو کے آغاز، اس کے لسانی سرمایے اور ذخیرۂ الفاظ کے لیے کسی طور غیر متعلق یا غیر اہم نہیں۔ اسی فکری زاویے کو مزید وسعت دے کر انیسویں صدی میں گریرسن نے اپنی شہرۂ آفاق دستاویز مرتب کی جس میں ہندوستان کی زبانوں کے بارے میں وہ معلومات درج ہیں کہ اردو زبان کے لسانی پہلو پر بحث کرتے ہوئے کوئی محقق اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔''(۶)

تاہم یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ولیم جونز کو اپنی نسلی برتری کا شدید احساس تھا اور اس کی قائم کردہ ایشیاٹک سوسائٹی میں ۱۸۲۹ء تک ہندوستانی باشندوں کو رکنیت کا حق حاصل نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تمام تحقیقی کاوشیں ایک غیر ملکی کے نقطۂ نظر سے سرانجام دی گئیں اور ان میں اگر کہیں کہیں ایشیائی تمدن کی حقیقی روح سے ناآشنائی کا تاثر ملتا ہے تو دوسری طرف ایک ایسی غیر جانبداری کی فضا بھی نظر آتی ہے جو علمی تحقیق کا خاصہ ہونی چاہیے۔ بلاشبہ اردو کی لسانی تاریخ کے لیے ڈاکٹر ولیم جونز کی تحقیقات غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔

اٹھارویں صدی کے نصف آخر تک ایسٹ انڈیا کمپنی نہ صرف تجارتی اعتبار سے مستحکم ہو چکی تھی بلکہ اس کے سیاسی عزائم بھی نمایاں ہونے لگے تھے۔ ان عزائم کو عملی صورت پہنانے کے لیے برطانوی سول سروس کی اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی اور سول سروس کو موثر بنانے کے لیے ملکی زبانوں سے واقفیت ضروری تھی۔ انتظامی امور میں سہولت پیدا کرنے کے لیے لارڈ ولزلی نے پہلے ایک مدرسہ شرقیہ اور پھر فورٹ ولیم کالج قائم کیا جس کے روح رواں ڈاکٹر جے۔ بی۔ گل کرسٹ تھے۔ ڈاکٹر جان گل کرسٹ کو اردو زبان کے ایک عظیم محسن کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ کم وبیش تمام ادبی ولسانی مورخین نے ان کی کوششوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر گل کرسٹ نے نہ صرف کالج میں اردو کی تدریس کے لیے درسی اور امدادی کتب تیار کیں بلکہ اردو کے لسانی معاملات پر خصوصی توجہ مرکوز کی۔ اس حوالے سے ان کی جو کتابیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں ان میں Oriental Liguist, (1798) اور The Hindi Arabic Mirror, (1802) شامل ہیں۔ انھوں نے پہلی بار اردو لغت اور قواعد کو سائنسی انداز میں سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی ''انگریزی ہندوستانی لغت'' کا پہلا حصہ ۱۷۸۶ء میں اور دوسرا ۱۷۹۰ء میں کلکتے سے شائع ہوا۔ اس لغت کا قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ اس میں انگریزی الفاظ کے معنی اردو رسم الخط میں درج کیے گئے تھے۔ (۷) یہ لغت ۷۲۰ صفحات پر مبنی ہے جس میں ۶۴ صفحات پر مشتمل ہندوستانی زبان کے قواعد پر ایک جامع مقدمہ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان کی قواعد کے بارے میں بھی ایک ضخیم کتاب تحریر کی ہے۔ جان گل کرسٹ کی مرتبہ ''قواعدِ زبانِ اردو'' کے بارے میں خلیل الرحمان داؤدی لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی یہ کوشش اس لیے بھی لائق صد تحسین ہے کہ ان کے سامنے اس کا کوئی نمونہ نہ تھا۔

Scanned by CamScanner

انھوں نے اس زمانے میں رائج ... استعمال ہوتا تھا اور اردو زبان کے قواعد سے متعلق اس زبان کی معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ ... ''ہندوستانی زبان کی پہلی لغت تیار کی۔''(۸)

گل کرسٹ کی مرتب کی ہوئی کتاب ہندوستانی گرامر اردو کی پہلی مفصل قواعد ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے دوران انھوں نے بول چال کی زبان کو ہی سامنے رکھا ہے کتابی اور ادبی زبان پر انحصار کیا ہے اور ... زبان اردو کی زبان کو ہندوستانی کے لیے استعمال کیا ہے۔ ان دنوں ... کتاب کے ... پر پڑھے جاتے تھے تاہم اس قواعد کی تاریخی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ اس میں اس دور کی صرف و نحو ... ڈاکٹر ابواللیث صدیقی گل کرسٹ کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس دور کی اردو زبان کے لحاظ سے لغت اور قواعد زبان کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے گل کرسٹ کی تصانیف ایک اہم ماخذ ہیں۔ ان کے علاوہ اٹھارویں صدی کے اواخر میں اردو کے ابتدائی قواعد کے بارے میں کئی اہم امور واضح ہو جاتے ہیں۔(۹)

ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی علمی کاوشوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دلچسپی کا اصل محور اردو زبان ہے۔ ادب کی تاریخ پر انھیں زیادہ توجہ نہیں لیکن زبان کے مسائل میں انھوں نے اجتہادی فکری رویہ اختیار کیا جس نے ان کے بعد آنے والے مستشرقین کو بہت متاثر کیا۔ چنانچہ انیسویں صدی کے وسط میں بینسن (Benson, Robson) نے ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ تحریر کیا جس کا عنوان ہے A Few words on the Arabic Derivatives in Hindustani۔ یہ رسالہ ۱۸۵۱ء میں لندن سے شائع ہوا اور اس میں اردو الفاظ کے عربی ماخذ کا کھوج لگانے کی عمدہ کوشش کی ہے۔(۱۰) ایسی ہی ایک کوشش Thwales, Edmund Charles نے ۱۸۹۲ء میں کی۔ انھوں نے کم و بیش چھ سو دکنی مسودات اور ان کے انگریزی تراجم کو کتابی صورت میں جمع کر دیا۔ یہ کتاب مدراس سے شائع ہوئی۔(۱۱)

بیسویں صدی کے آغاز میں اردو زبان کی تاریخ پر ایک وقیع اور مفصل کام گریرسن کی Linguistic Survey of India ہے۔ گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی اور اس کی تالیف میں گریرسن کی زیر نگرانی کئی لوگوں نے خدمات سرانجام دیں۔ گریرسن نے اس کتاب میں ہندوستان میں بولی جانے والی مختلف زبانوں اور بولیوں کا لسانی جائزہ پیش کیا ہے۔ اردو کا مفصل ذکر اس کتاب کی آٹھویں، نویں اور دسویں جلد میں موجود ہے۔ اس نے اردو کی اہمیت اور اس کے آغاز و ارتقا پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے:

> ''ہندوستان کی تمام زبانوں میں سیاسی اور دیگر وجوہ کی بنا پر مغربی ہندی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسی کی ایک ذیلی بولی یا لہجہ (dialect) ہندوستانی ہے جسے ہندوستان کی مشترک زبان (Lingua Franca) کی حیثیت حاصل ہے۔ تاہم یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہندوستانی اس زبان کا ایک دیہاتی لہجہ (dialect) نہیں ہے۔۔۔۔ ہندوستانی زبان کا اصلی گھر شمال مغرب میں پنجاب کی سرحد پر واقع ہے اور اسی لیے پنجابی زبان سے سب سے زیادہ متاثر ہے۔''(۱۲)

اردو کے آغاز کے بارے میں گریرسن کا یہ نظریہ بعد ازاں پروفیسر محمود شیرانی، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور دیگر کئی محققین کا رہنما ثابت ہوا۔ گریرسن کی درج شدہ معلومات لسانی نقطۂ نظر سے گراں قدر ہیں۔ اس کے بعد مستشرقین کی تاریخ زبان اردو کے بارے میں شائع ہونے والی کوئی کتاب یا مقالہ اتنا مفصل اور جامع نہیں ہے۔ تاہم یہ مقالے حوالوں سے اردو کے تاریخی اور ارتقائی سفر پر روشنی ضرور ڈالتے ہیں۔ ان میں بارلے کی کتاب Colloquial Hindustani (مطبوعہ لندن ۱۹۳۲ء)، کلارک کا مقالہ The Languages of Cacutta: 1760-1840 (مطبوعہ لندن، ۱۹۵۶ء) ہے۔ اس پال کی کتاب Language, religion and Politics in North India (مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۴ء)،

ڈیوڈ جے میتھیوز کی کتاب Urdu and Hindustani in South Asian Languages- a Handbook (مطبوعہ لندن، ۱۹۸۹ء) اور کرسٹوفر شیکل اور سنیل رپرٹ کی کتاب Hindi and Urdu since 1800- a Common Reader (مطبوعہ لندن ۱۹۹۰ء) اہم ہیں۔ (۱۳)

ان تمام تصانیف سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو زبان کی تاریخ، اس کی پیدائش وارتقا کے مسائل اور اس کی قواعد و لغات کی ترتیب وتشکیل اور تحقیق و تدوین میں مستشرقین کے کارناموں کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اردو لسانیات کے حوالے سے تمام، بالخصوص برطانوی مستشرقین کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی تاہم اردو ادب کی تاریخ نویسی کے حوالے سے نہ صرف ہمیں ان کوششوں میں خاصی کمی کا احساس ہوتا ہے بلکہ ان کے معیار کے بارے میں بھی محققین کئی تحفظات کا شکار ہیں۔

اردو زبان و ادب کی تاریخ نویسی میں پہلا اہم نام ایک فرانسیسی مستشرق گارسیں دتاسی کا ہے جو اگر چہ اس مقالے کی حدود سے باہر ہے لیکن اپنی اولیت اور اہمیت کے اعتبار سے اس کا مختصر ذکر ناگزیر ہے۔ گارسیں دتاسی کی کتاب ''ہندوستانی ادب کی تاریخ'' پہلی بار دو جلدوں میں، ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کی دوسری اشاعت ۷۱۔۱۸۷۰ء میں ہوئی جو تین جلدوں پر مبنی ہے۔ کتاب کے آغاز میں ہندوستانی زبان کی مرکزی اہمیت اجاگر کی گئی ہے اور اس کے لیے مستعمل مختلف ناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد گیارھویں صدی سے لے کر انیسویں صدی کے آغاز تک ہندوستانی ادب کے ارتقا کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ (۱۴) گارسیں دتاسی نے اصناف ادب کا تعارف بھی کروایا ہے اور دیوناگری کے مقابلے میں فارسی رسم خط کی تعریف کی ہے۔ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان میں موجود دو بڑی قوموں کے درمیان لسانی مناقشت سے خوب واقف تھا حالانکہ وہ خود کبھی ہندوستان نہیں آیا اور اس کی یہ کتاب اور سالانہ خطبات جن میں وہ ہندوستان کی سال بہ سال ادبی ترقی کا حال بیان کرتا تھا، ہندوستان اور انگلستان کے انگریزی رسالوں اور اخبارات سے حاصل شدہ معلومات کی بنا پر، فرانس میں ہی لکھے گئے (۱۵)۔ اس حقیقت کے باوجود اس کی اردو زبان میں دلچسپی اور ہمدردانہ نقطۂ نظر کو کم و بیش تمام محققین نے سراہا ہے لیکن اس بات کو نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں کہ وہ ہندوستانی معاشرت اور اس کے افراد سے دور رہ کر اس معاشرے کی حقیقی روح تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کی معلومات براہ راست تجربے یا مشاہدے کی دین نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی عبدالودود نے اپنے ایک مضمون میں اس کی تحقیقی خامیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (۱۶)

ادبی تاریخ پر مبنی دو کتابوں کا ذکر شبانہ محمود نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ ان میں سے ایک گرئیرسن کی The Modern Vernacular Literature of Hindustan ہے جو ۱۸۸۹ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی (۱۸) اور دوسری Horrwitz, Earnest Philip کی A Short History of Indian Literature ہے جو ۱۹۰۷ء میں لندن سے شائع ہوئی (۱۹) تاہم یہ کتابیں کسی نقاد یا محقق کی توجہ کا مرکز نہیں بن سکیں۔

اس کے بعد جو اہم کتاب سامنے آتی ہے وہ گراہم بیلی کی A History of Urdu Literature (۲۰) ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۹ء میں مکمل ہو کر ۱۹۳۲ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ کتاب کے دیباچے میں بیلی نے اردو زبان کے آغاز کے بارے میں اپنے نظریات اور لفظ اردو کی تشریح و تعبیر کو اپنا کارنامہ شمار کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، دکنی ادب کو خاطر خواہ اہمیت دینے اور تحسین کی ''نوطرز مرصع''، میر امن کی باغ و بہار اور خسرو کی ''چہار درویش'' کے بارے میں نئی معلومات پیش کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ دیباچے میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس تاریخ کی بنیاد تذکروں پر رکھی گئی ہے نیز مخطوطات اور بنیادی مآخذ کے حصول میں پیش آنے والی دقتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اردو زبان کے آغاز کے بارے میں ان کا نظریہ بنیادی طور پر محمود شیرانی کے نقطۂ نظر پر مبنی ہے تاہم تاریخی واقعات کے سنین کا اندراج درست نہیں ہے۔ اس نظریے کا ماخذ یا اس کی صداقت کے ثبوت میں دلائل پیش نہیں کیے گئے۔ جس پر مولوی عبدالحق نے اپنے تبصرے میں برہمی کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دیگر دعاوی بھی

Scanned by CamScanner

درست نہیں ہیں کیونکہ یہ تمام معلومات رسالہ ''اردو'' کے مضامین، شمس اللہ قادری کی ''اردوئے قدیم'' یا مولوی صاحب کے ''مقدمۂ باغ و بہار'' سے ماخذ کا حوالہ دیئے بغیر حاصل کی گئی ہیں۔ (۲۱) ڈاکٹر گیان چند بیلی کے دفاع میں لکھتے ہیں کہ اتنی مختصر کتاب میں ماخذ کا تفصیلی حوالہ دینا ممکن نہ تھا نیز بیلی نے کتابیات میں ''پنجاب میں اردو'' کا ذکر کر کے ایک طرح سے ماخذ کا اعتراف کر لیا ہے۔ (۲۲) تاریخِ ادب سے پہلے بیلی نے اصنافِ نظم کا تعارف کروایا ہے کیونکہ یہ کتاب بنیادی طور پر جن قارئین کے لیے تحریر کی گئی ہے وہ برصغیر کے لسانی و ادبی منظر نامے سے ناواقف ہیں لیکن اس حصے میں کچھ فاش غلطیاں ملتی ہیں مثلاً تذکرہ کو شاعری کی صنف قرار دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دیوان، کلیات اور تخلص کو بھی اصنافِ سخن میں شمار کرتے ہیں۔ بیلی نے علاقائی حد بندی اور تاریخی حقائق کی بنا پر تاریخِ ادب کے ادوار قائم کیے ہیں۔ پہلا دور دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ۱۸۹۰ء سے ۱۹۵۰ء کے ادب پر محیط ہے جس پر بیلی کے خیال میں مذہب کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ دوسرے حصے میں دکنی ادب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ دوسرا دور ۱۷۳۰ء سے ۱۸۳۰ء تک کے دہلی کی اردو شاعری کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے مزید تین حصے ہیں۔ مگر تینوں حصے توازن سے محروم ہیں۔ چند ایک شعرا کے نمونۂ کلام درج کیے گئے ہیں مگر کئی اہم شعرا کے ادبی نمونے درج نہیں کیے گئے۔ جن شعرا کے حالات زندگی درج کیے ہیں ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ شعرا کے دواوین میں تعداد اشعار کا ذکر کرتے ہوئے ہر مصرعے کو ایک سطر شمار کیا ہے اور یوں اشعار کی بجائے سطروں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ ہر دور میں شعرا کا ذکر کرتے ہوئے معروف یا غیر معروف اور ادبی اعتبار سے اہم یا غیر اہم کی تخصیص برقرار نہیں رکھی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ متعدد غیر معروف اور غیر اہم شعرا کا ذکر موجود ہے اور اہم شعرا مذکور نہیں ہیں یا ان کا نمونۂ کلام درج نہیں ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ۱۹۲۸ء تک کے ادب کا احاطہ کیا ہے لیکن اس عہد کے ان تمام ادیبوں اور شاعروں کو اس کتاب میں شامل نہیں کیا گیا جو اس وقت حیات تھے۔ اس کلیے سے صرف اقبال مستثنیٰ قرار پائے ہیں لیکن چونکہ اس وقت تک اقبال کے اردو مجموعوں میں سے صرف ''بانگِ درا'' شائع ہوئی تھی اس لیے اقبال کا شمار بھی پہلے درجے کے شعرا میں نہیں کیا گیا۔ اقبال کے علاوہ دیگر اہم شعرا اور نثر نگار جن میں حسرت موہانی، جوش ملیح آبادی، پریم چند، سجاد حیدر یلدرم، مجنوں گورکھپوری اور نیاز فتح پوری اور مولوی عبدالحق جیسے لوگ شامل ہیں، اس تاریخ کا حصہ بننے سے محروم رہتے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود بیلی کی کتاب کو مستشرقین کی اردو تاریخ نویسی کا ایک اہم باب سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک مختصر تاریخ ہے جس میں توازن اور حسنِ انتخاب کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اردو کے اہم شعرا کی درجہ بندی کے متعلق ان کے فیصلوں کو ضمنی اختلافات کے باوجود حامد حسن قادری (۲۳) اور ڈاکٹر گیان چند، دونوں نے سراہا ہے اور ان کی تنقیدی نظر کا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے اس کتاب کے مواد کو دو تین سو صفحات کی کتاب کے برابر قرار دیا ہے اور اس کی پیش کش کے سلیقے کو بھی سراہا ہے۔ تاہم کتاب پر تبصرے کے آخر میں ان کا ایک جملہ ان کی غیر شعوری طرف داری کی طرف اشارا کرتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ گراہم بیلی میرے استاد ڈاکٹر حفیظ سید کے استاد تھے''۔ (۲۴)

گراہم بیلی کے بعد برطانوی مستشرقین میں ڈیوڈ میتھیوز، کرسٹوفر شیکل اور رالف رسل کے نام نمایاں ہیں۔ میتھیوز، شیکل اور شاہ رخ حسین کی مشترکہ کوشش Urdu Literature کے نام سے ۱۹۸۵ء میں اردو مرکز لندن سے شائع ہوئی۔ ۱۳۹ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دس ابواب میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلے باب میں اردو زبان کو اس کے خارجی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں ادب اور اس کے موضوعات و نظریات پر بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں شاعری پر بادشاہت کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ چوتھا باب مغلیہ سلطنت کے زوال اور اس کے نتائج و اثرات سے متعلق ہے۔ پانچواں اور چھٹا باب لکھنؤ میں ادبی ترقی اور شاعری اور نثر کے فروغ کا حال بیان کرتا ہے۔ ساتویں باب کا عنوان ''غالب اور لال قلعہ'' ہے جب کہ آٹھواں باب ''اقبال اور اس کا عہد'' کے عنوان سے قلم بند کیا گیا ہے۔ آخری باب میں آزادی کے بعد

Scanned by CamScanner

یے اردو ادب کی صورتِ حال کا جائزہ لیا گیا ہے اور ترقی پسند تحریک کے ساتھ ساتھ حلقۂ اربابِ ذوق کے چند بڑے ناموں کا ذکر بھی موجود ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب اردو ادب کی تاریخ نہیں بلکہ ایک اجمالی تعارف کہلائی جا سکتی ہے۔ نثر کا حصہ خصوصی طور پر تشنہ محسوس ہوتا ہے۔ کئی اہم اصناف نثر مثلاً ناول، افسانہ اور ڈراما مصنفین کی توجہ سے محروم رہی ہیں۔ چونکہ یہ کتاب غیر ملکیوں سے اردو ادب کے ابتدائی تعارف کے لیے تحریر کی گئی ہے اس لیے اسے ایک سنجیدہ تحقیقی کوشش قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ڈاکٹر گیان چند نے تو اسے اردو ادب کی تمام تاریخوں میں سب سے گھٹیا قرار دیا ہے۔ (۲۵)

ڈیوڈ میتھیوز اور سی۔ شیکل کی تصنیف An Anthlogy of Classical Urdu Love Lyrics اردو غزل کے حوالے سے اردو شاعری کے تاریخی تسلسل اور اس پر اثر انداز ہونے والے سیاسی، معاشرتی اور سماجی عوامل کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ (۲۶) شیکل کی کتاب Urdu and Muslim South Asia بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب متفرق مضامین پر مشتمل ہے جو اردو زبان و ادب کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ (۲۷) مجموعی طور پر میتھیوز اور شیکل کی اردو زبان و ادب کے حوالے سے خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

متفرق مضامین پر مبنی ایک اور تصنیف رالف رسل کی The persuit of Urdu Literature- A Select History ہے۔ تعارفی مضمون کے بعد کتاب تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا حصہ اٹھارویں صدی سے لے کر انیسویں صدی کے وسط تک کے عہد کو محیط ہے۔ اس میں اردو ادب کے ارتقا کی منازل اور خصوصاً میر اور غالب کی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۲ء تک تخلیق ہونے والے ادب کا تجزیہ پیش کرتا ہے اور تیسرے حصے میں ۱۹۲۰ء کے بعد نمایاں ہونے والی اصناف اور ادبی تحاریک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں تاریخ ادب اردو کے کئی اہم سنگ میل غائب ہیں مثلاً میر سے قبل تمام اہم شعرا اس تاریخ میں بار نہیں پا سکے۔ فورٹ ولیم کالج کا کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی حلقۂ اربابِ ذوق کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے اسے ایک مکمل ادبی تاریخ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ یہ کتاب مختلف اوقات میں تحریر کیے گئے مضامین پر مشتمل ہے اس لیے اس میں وہ ربط و تسلسل بھی موجود نہیں جو ادبی تاریخ کو منظم و منضبط بناتا ہے۔ مصنف کا ذاتی نقطۂ نگاہ ان کی تحریر پر حاوی ہے جس کی وجہ سے ان کے بیانات میں معروضیت کی بجائے موضوعیت پیدا ہو گئی ہے۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ قابلِ ذکر ہے کہ رالف رسل نے اردو زبان کو یورپ، خصوصاً برطانیہ میں متعارف کروانے میں ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا ہے۔ ان کی دیگر کتابیں، Three Mughal Poets, Ghalib- Life and Letters اور Ghalib- The Poet and his Age اردو زبان و ادب کی تاریخ کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ادبی تاریخ نویسی کے بارے میں ان کا مضمون How not to write the history of literature تاریخ نویسی کے اصول و مسائل پر بحث کرتا ہے۔ (۲۸)

گارسیں دتاسی کی طرح این میری شمل کا تعلق بھی برطانیہ سے نہیں مگر ان کی ایک تحریر بھی اس ضمن میں قابلِ ذکر ہے۔ یہ ایک مکمل کتاب نہیں بلکہ ایک ضخیم کتاب کا جزو ہے جس میں انھوں نے تقریباً سوا سو صفحات پر مشتمل، ”کلاسیکل اردو لٹریچر۔ آغاز سے اقبال تک“ کے عنوان سے اردو ادب کی وقیع مگر مختصر تاریخ پیش کی ہے۔ اختصار کے باعث تنقیدی حصہ نامکمل محسوس ہوتا ہے۔ یہ تحریر تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ۱۲۰۰ء سے ۱۷۰۰ء تک کے ادب کو محیط ہے۔ دوسرا حصہ ۱۷۰۰ء سے ۱۸۵۰ء تک اور تیسرا حصہ غالب سے اقبال تک کے ادبی سفر کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس کتاب میں تحقیقی غلطیوں کی نشان دہی ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب ”اردو کی ادبی تاریخیں“ میں کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مغربی قارئین کے لیے لکھی گئی اس کتاب میں نام شماری اور سنین کی بجائے رجحانات اور تخلیق کاروں کی قدر بندی پر توجہ دینی چاہیے تھی تاکہ مغربی قارئین کو اردو ادب کی رفتار اس کے بہاؤ، اس کے نثری اور شعری رجحانات سے واقفیت ہو سکتی۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ ڈاکٹر

Scanned by CamScanner

عمل نے تنگی داماں کے باوصف جتنا زیادہ مواد پیش کیا ہے وہ اردو ادب کی بڑی خدمت ہے۔(۲۹)

اردو زبان و ادب کی تاریخ نویسی میں مستشرقین کے کردار کی قدر شناسی کے لیے ایک قدرے مختلف پیمانے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی دوسری معاشرت کی روح کو چھونے کے لیے دو باتیں بہت اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ مورخ اس معاشرت کا براہ راست اور گہرا مشاہدہ و تجربہ حاصل کرے اور دوسرا یہ کہ اس میں اپنے انفرادی اور قومی خصائص سے جدا ہو کر موضوع کا حصہ بن جانے کی عظیم صلاحیت موجود ہوتا کہ وہ اپنے شخصی اور قومی مزاج سے ہٹ کر ایک مختلف تہذیب کے قلب میں اتر سکے۔ یہ دونوں باتیں صرف اس وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب مصنف اپنے موضوع سے دلی طور پر وابستہ ہو اور اس کی دلچسپی کا محرک محض کوئی سیاسی، معاشی یا پیشہ ورانہ ضرورت نہ ہو۔ مستشرقین کی تحریر کردہ اردو کی ادبی تاریخوں میں سب سے بڑی کمی یہی ہے کہ ان کے مصنفین مشرقی مزاج کی گہرائی، رمزیت اور تہذیبی روایت کو پورے طور پر سمجھ نہیں پائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ادبی اقدار کو کہیں مذہب سے اور کہیں جغرافیائی حد بندیوں سے متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاعری کا معاملہ خاص طور پر نازک ہے کیونکہ شعر جذبات و افکار کا براہ راست اظہار نہیں کرتا بلکہ اپنی معنویت بین السطور بیان کرتا ہے۔ اردو شاعری خصوصاً غزل مشرقی مزاج کا بھرپور اظہار کرتی ہے۔ یہ مزاج پسِ درون، پسِ بروں کی کیفیت سے حظ اٹھاتا ہے۔ برہنہ حقائق کے چہرے پر رمز و ایمائیت کی باریک چلمن تان کر ان کے حسن کا نظارہ کیا جاتا ہے۔ پھر مشرقی تہذیب کے اپنے تقاضے ہیں، اپنی اقدار ہیں، اپنی روایات ہیں جن سے شناسائی حاصل کیے بغیر مشرقی ادبیات کا مطالعہ لاحاصل ہے۔ ایک اور رکاوٹ یہ تھی کہ یہ مستشرق محققین بنیادی مآخذ تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ اردو زبان و ادب پر فارسی اور عربی کے اثرات بھی اسکی تفہیم میں حائل ہوتے رہے ہیں اور مشرقی اصناف کو مغربی اصناف اور تنقیدی معیاروں سے جانچنے کا عمل بھی مستشرقین کو روحِ ادب سے دور رکھنے کا باعث بنا۔

اس تناظر میں مستشرقین کے ادبی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے حق میں یہی دلیل دی جا سکتی ہے کہ انھوں نے مشرق اور مغرب کے درمیان حائل اجنبیت کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے اور مغربی قارئین کو اردو کے ادبی ارتقا سے واقف کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر علی جاوید کا یہ بیان بھی قابلِ ذکر ہے:

> ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ادبی تاریخ کا باقاعدہ تصور پہلی بار اردو میں انگریزی مستشرقین کی کوششوں سے آیا۔ اس سے قبل تذکروں کی روایت عام تھی اور تذکروں کی تقسیم، تدوین، عام طور پر یا تو حروف تہجی کے اعتبار سے کی جاتی تھی یا پھر ابجد، ہوز کے اعتبار سے۔ اور عام طور پر ان کا کارنامہ مختلف شاعروں کے مختصر حالاتِ زندگی اور ان کے کلام کا مختصر سا انتخاب اور ان شاعروں کے بارے میں سکہ بند اور خاصے مبالغہ آمیز الفاظ میں اظہارِ خیال تک محدود رہتا تھا۔''(۳۰)

گویا مستشرقین نے اردو میں پہلی بار جدید، سائنسی انداز میں تاریخ ادب مرتب کرنے کی طرح ڈالی اور بکھری ہوئی ادبی یادداشتوں اور بیاضوں کو ادبی تاریخ کا تسلسل بخشا۔ شاعری کے ساتھ ساتھ نثر کو بھی اہمیت دی گئی اور ایک عہد کی مکمل ادبی فضا کی تصویر کشی کرنے کی کوشش کی گئی۔(۳۱) اس حوالے سے اردو ادب کے لیے برطانوی مستشرقین کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

حوالے

۱۔ Grierson, George Abraham, Linguistic Survey of India, Vol 9,Part 1, Introduction

Scanned by CamScanner

۱۔ Ibid, 93

۲۔ مولوی عبدالحق، قواعد اردو، انجمن اردو پریس، دکن، ۱۹۳۶ء، ص ۲۸

۳۔ محمد عتیق صدیقی، گل کرسٹ اور اس کا عہد، انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء، ص ۵۱

۴۔ مولوی عبدالحق، اردو قواعد اور لغت نویسی، مشمولہ "جائزہ" کراچی، اکتوبر ۱۹۵۹ء

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، جامع القواعد، حصہ صرف، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء، ص ۱۵۶

۶۔ ڈاکٹر رشید نور محمد، اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۴۴

۷۔ محمد عتیق صدیقی، گل کرسٹ اور اس کا عہد، انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء، ص ۷۷

۸۔ خلیل الرحمان داؤدی، مقدمہ رسالہ "قواعد زبان اردو" از گل کرسٹ، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۴۲

۹۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، جامع القواعد، جلد اول، حصہ صرف، مرکزی اردو بورڈ، ص ۱۶۱ تا ۱۶۸

۱۰۔ Shabana Mahmud, Urdu Language and Literature: A Bibliography of Sources in European Languages, Mansell, England, 1992, p.42

۱۱۔ Ibid, p.62

۱۲۔ Grierson, George Abraham, Linguistic Survey of India, Vol 9, Part 1 Introduction, p13-14

۱۳۔ Shabana Mahmud, Urdu Language and Literature: A Bibliography of Sources in European Languages, Mansell, England, 1992, p.39-64

۱۴۔ ڈاکٹر علی جاوید، برطانوی مستشرقین اور تاریخ ادب اردو، اردو مجلس، دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ص ۱۴۸ تا ۱۵۳

۱۵۔ ڈاکٹر ریاض الحسن (ترجمہ) اردو کے تذکرے اور گارساں دتاسی، رسالہ اردو، جنوری ۱۹۵۰ء، ص ۷۳

۱۶۔ قاضی عبدالودود، مقالہ، تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی، صحیفہ، شمارہ ۳، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۳۸

۱۸۔ habana Mahmud, Urdu Language and Literature: A Bibliography of Sources in European Languages, Mansell, England, 1992, p.93

۱۹۔ Ibid, p. 94

۲۰۔ Bailey, T Graham, A History of Urdu Literature, Calcutta Associated Press, 1932

۲۱۔ مولوی عبدالحق، تنقیدات عبدالحق، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۳ء، ص ۱۵۲ تا ۱۵۴

۲۲۔ ڈاکٹر گیان چند، اردو کی ادبی تاریخیں، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۰۹ء، ص ۲۲۵

۲۳۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۸ء

۲۴۔ ڈاکٹر گیان چند، اردو کی ادبی تاریخیں، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۰۹ء، ص ۲۲۴

۲۵۔ ایضاً، ص ۸۹۹

۲۶۔ ڈاکٹر علی جاوید، برطانوی مستشرقین اور تاریخ ادب اردو، اردو مجلس، دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۷۰ تا ۱۷۵

Scanned by CamScanner

۲۷۔ Shabana Mahmud, Urdu Language and Literature- A Bibliography of Sources in European Languages, Mansell, England, 1992, p.101

۲۸۔ Ibid, p. 99

۲۹۔ ڈاکٹر گیان چند، اردو کی ادبی تاریخیں، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۰۰ء، ص ۵۸۰

۳۰۔ ڈاکٹر علی جاوید، برطانوی مستشرقین اور تاریخ ادب اردو، اردو مجلس دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۰۱

۳۱۔ ڈاکٹر علی جاوید، برطانوی مستشرقین اور تاریخ ادب اردو، اردو مجلس دہلی، ۱۹۹۱ء، ص ۲۰۷

ماخذ

(اردو)

ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، جامع القواعد، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء

حامد حسن قادری، داستانِ تاریخ اردو، اردو اکیڈیمی سندھ، طبع چہارم ۱۹۸۸ء

رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، مکتبۂ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۸۵ء

عتیق صدیقی، محمد، گل کرسٹ اور اس کا عہد، انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء

علی جاوید، ڈاکٹر، برطانوی مستشرقین اور تاریخِ ادب اردو، اردو مجلس، دہلی، ۱۹۹۲ء

گیان چند، ڈاکٹر، اردو کی ادبی تاریخیں، انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی، ۲۰۰۰ء

مولوی عبدالحق، قواعد اردو، انجمن اردو پریس، دکن، ۱۹۳۶ء

رسائل

اردو، جنوری ۱۹۵۰ء

جائزہ، کراچی، اکتوبر ۱۹۵۹ء

صحیفہ، شمارہ ۳، دسمبر ۱۹۵۷

(انگریزی)

Bailey, T. Graham

A History of Urdu Literature, Oxford University Press, London, 1932

D.J. Matthews, C. Shackle and Shahrukh Hussain

Urdu Literature, Urdu Markaz, London, 1985

Garcein de Tassy

Historie de la Literature Hindoue et Hindoustanie, Franklin, Newyork, 1968

Grierson, G.A.

Linguistic Survey of India, Motilal Banarsidas, Delhi, 1932

Scanned by CamScanner

Russell, Ralph

Three Mughal Poets, George Allen and Unwin, London, 1969

Ghalib- Life and Letters, George Allen and Unwin, London, 1969

Ghalib- The poet and his Age, George Allen and Unwin, London 1972.

The Pursuit of Urdu Literature- A Select History, Oxford University Press Bombay, Calcutta, Madras, 1992

Schimmel, Annemarie

Classical Urdu Literature from the beginning to Iqbal, 1975.

Shabana Mahmud

A Bibliography of Sources in European Languages, Mansell, England, 1992

Shackle, Christopher

Urdu and Muslim South Asia, University of London, 1989.

Scanned by CamScanner